(غلام گردش)

لیہ، تاشفین اور کیلفورنیا

تاشفین اور انکے خاوند سید رضوان نے کیلفورنیا کے قصبے سین برناڈینو(San Bernardino) میں جو قتلِ عام کیا ہے، مجھے اس پر کسی قسم کی کوئی حیرت نہیں ہوئی۔علم میں ہے کہ ہمارے ملک میں دس سے پندرہ فیصد افراد غیر مسلموں کو مارنا جہاد اور ثواب کا حصہ سمجھتے ہیں۔ یہ صرف میرا اندازہ ہے، تعداد پندرہ فیصد سے زیادہ بھی ہوسکتی ہے۔تیس برس سے پاکستانی قوم کو تشدد اور انتہا پسندی کا وہ شربت پلا دیا گیا ہے کہ اکثر لوگ معقولیت اور دلیل پر بحث کرنے کی طاقت سے محروم ہو چکے ہیں۔مجموعی غلط فہمیاں اس حدتک ہیں کہ کئی بار سوچتے ہوئے بھی خوف محسوس ہوتا ہے۔اسلامی دنیا میں بھی ہمارے متعلق بہت سے سوالیہ نشان ہیں۔اکثر منفی طرز کے! مجھے تو لاہور جیسے شہر میں ہزاروں سید رضوان اور انکی اہلیہ تاشفین جیسی سوچ رکھنے والے انسان نظر آتے ہیں۔

امریکہ میں ایف بی آئے (F.B.I) اور تمام سرکاری تفتیشی ادارے اس بات پر غور کررہے ہیں کہ چودہ بے قصور انسانوں کو قتل کرنے کی کیا وجہ ہے۔تاشفین جب لیہ سے سعودی عرب گئی تو اسکے خیالات کیا تھے۔اس بارے میں کوئی مستند رائے موجود نہیں ہے۔لیکن جب واپس پڑھنے کیلئے ملتان آئی تو مکمل طور پر ایک مضبوط رویہ کی حامل ہوچکی تھی۔بی فارمیسی میں سالوں تعلیم لینے کے باوجود یونیورسٹی کے کسی طالبعلم نے اسکی شکل نہیں دیکھی۔نقاب میں ملبوس رہتی تھی۔ہوسٹل کے وارڈن سے لڑکیوں کے طرزِ عمل کی شکایت کی۔جواب نہ ملنے پر والدین نے علیحدہ رہائش کا بندوبست کر دیا۔یونیورسٹی کے ایام کے بعد "ہدی" نامی ادارے سے وابستہ ہوگئی۔یہاں خواتین کو اسلامی تعلیم دی جاتی ہے۔اسکا عمل طرزِ عمل سخت سے سخت تر ہوتا گیا۔میرے ذہن میں "ہدی" نامی تنظیم یا ادارے کے متعلق بھی سوالات ہیں۔یہ خواتین کو کیا تعلیم دے رہے ہیں۔اس تعلیم کی تحقیقی اور عملی حیثیت کیا ہے۔یہ تمام جائز سوالات ہیں جو پوچھے جانے چاہیے۔صرف نقاب یا حجاب لینے سے ہم اپنی خواتین کو مزید تقسیم کررہے ہیں یا انہیں محفوظ بنارہے ہیں۔اس پر مدلل بحث ہونی چاہیے۔پارلیمنٹ میں اس طرح کی تمام تنظیموں کے کردار پر ہر حوالے سے بات ہونی چاہیے۔کیا یہ بنیاد پرستی اور فرقہ واریت کو مزید بڑھاوا تو نہیں دے رہیں؟

بہرحال تاشفین ہدی سے تعلیم نہ مکمل کر پائی۔انٹرنیٹ کی ڈیٹنگ سروس پر اسکی ملاقات سید رضوان سے ہوئی جو امریکہ میں پلا بڑھا اور ایک سیدھا سادہ سا نوجوان تھا۔شادی ہوئی، اور وہ اسلام آباد سے ویزہ لیکر امریکہ چلی گئی۔رضوان ایک اسلامی ذہن کا حامل تھا۔دنیا کے ہر ملک میں لوگوں کو اپنے مذہبی رویوں کے مطابق زندگی گزارنے کا حق حاصل ہے۔چنانچہ اس جوڑے کو بھی یہ حق حاصل تھا۔معلوم ہوتا ہے کہ تاشفین نے اپنے خاوند کو مذہبی تشدد پسندی کی طرف راغب کیا تھا۔ان دونوں نے بینک سے قرضہ لیکر ہتھیاروں کے انبار خریدے جو انکے گھر سے برامد ہوئے۔جوڑے نے جن لوگوں کو قتل کیا، انکا جائزہ لینا ضروری ہے۔میں نے کسی بھی پاکستانی جریدے یا اخبار میں مقتولین کی تفصیل نہیں پڑھی۔یہ میں آپکے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔صرف اسلئے کہ آپکو معلوم ہوسکے کہ بے گناہ مرنے والے کون تھے اور انہیں زندگی سے محروم کرنا کتنا غیر انسانی فعل تھا۔

سیرہ کلے بورن(Sierra Clay Born) کی عمر ستائیس برس تھی۔زندگی سے بھرپور لڑکی۔2010 میں اس نے یو۔سی ریورسائڈ(UC Riverside) سے گریجویشن کی تھی۔سیرہ کو سین برناڈینو کاؤنٹی میں ماحولیات کے شعبہ میں سرکاری نوکری ملی تھی۔اسکی زندگی کی پہلی نوکری تھی۔نوجوان لڑکی اپنے کام سے بے انتہا خوش تھی۔اپنی فیس بک پر لکھا ہوا تھا کہ اپنے کام سے عشق کرتی تھی۔یہ بھی لکھ رکھا تھا کہ وہ "خدا کی شکرگزار ہے کہ زندگی کو بھرپور طریقے سے گزارنے کا موقع دیا"۔ہر وقت مسکراتی رہتی تھی۔اپنے اردگرد لوگوں کی مدد کرنے کی کوشش میں مصروف۔اسے زندگی سے محبت تھی۔سیرہ کو صرف یہ علم نہیں تھا کہ پہلی نوکری ہی آخری ثابت ہوگی۔اسے زندگی کی قید سے آزاد کر دیا جائیگا۔

مائیکل وٹزل(Micheal Wetzel) تیس برس کا تھا۔اسکے چھ بچے تھے۔قد چھ فٹ سے زیادہ۔قوی ہیکل انسان تھا۔کاؤنٹی میں صحت اور ماحولیات کے شعبہ میں کام کرتا تھا۔یہ جن نظر آنے والا انسان اندر سے بالکل ایک معصوم بچہ تھا۔اکثر چھوٹے چھوٹے بچوں کو فٹ بال کھیلنا سکھاتا تھا۔پانچ برس کی بچیوں کی سنوکر ٹیم کا کوچ بھی تھا۔ہر وقت لوگوں سے مذاق کرتا رہتا تھا۔اپنی زندگی سے مطمئن انسان۔اپنے سب سے چھوٹے بچے کو سر پر بٹھا کر ناچتا رہتا تھا۔اسکا کسی بندے سے اختلاف نہیں تھا۔اس میں صلاحیت ہی نہیں تھی کہ وہ کسی کو ناراض کر سکے۔ایک امن پسند انسان۔جس وقت تاشفین اور رضوان نے فائرنگ کی اور یہ خبر ٹی وی پر نشر ہوئی،تو اسکی اہلیہ رینی(Renee) نے فیس بک پر پیغام دیا کہ اسکا خاوند اس جگہ پر موجود ہے۔خدا سے دعا کرتی ہے کہ محفوظ رہے۔رینی اپنے شوہر کے متعلق پریشان تھی۔فائرنگ کے وقت مائیکل نے اپنے آپکو نہیں بلکہ دوسروں کو بچانے کی کوشش کی۔اس کشمکش میں وہ گولیوں کا نشانہ بن گیا۔

یویٹا ویلسکو(Yvetta Velasco) 21 سال کی نوجوان لڑکی تھی۔کہتی تھی کہ اسے وہ کام کرنا چاہیے جس سے خوشی ملے۔پیسہ کیلئے کام کرنا اہم نہیں۔فارغ وقت میں خاندان کے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو مشورہ دیتی تھی کہ انہیں اپنی زندگی میں کیسے توازن برقرار رکھنا ہے۔اسکی تین بہنیں اور بھی تھیں۔اپنی بہنوں کیلئے ایک مثال بن چکی تھی۔بے لوث خدمت اور مہذب طرزِ زندگی گزارنے کی ایک اچھی مثال۔ایک رشتہ دار لڑکا جون ویلسکو(John Velasco) اس سے مشورہ کرنے آیا کہ زندگی میں اسے کس شعبہ میں کام کرنا چاہیے۔پوچھتی رہی کہ اسے کون سا کام کرکے خوشی ملتی ہے۔جان کے مطابق اسے کھانا اور کیک بنانے کا شوق ہے۔یویٹا کا مشورہ بالکل سادہ سا تھا۔تمہیں وہی کام کرنا چاہیے جس میں تم خوش رہ سکو۔جان نے مشورہ پر عمل کیا اور آج ایک بیکری میں کیک بناتا ہے۔سب کو کہتا ہے کہ اسے مشورہ اسکی رشتہ دار یویٹ نے دیا تھا اور اپنی زندگی میں بہت کامیاب ہے۔جس دن سے یویٹ قتل ہوئی ہے،اسکے والدین مکمل طور پر خاموش ہیں۔وہ اتنی تکلیف میں ہیں کہ کسی سے بات تک نہیں کر پاتے۔انکے گھر کے دروازے مکمل طور پر بند ہیں۔ابھی تک شدید صدمہ کی کیفیت میں ہیں۔ہر ایک سے پوچھتے ہیں کہ انکی بیٹی کو کیوں قتل کیا گیا۔نوجوان لڑکی کا کیا قصور تھا۔کسی کے پاس انکے بنیادی سوال کا کوئی جواب نہیں۔

رابرٹ ایڈمز(Robert Adams) چالیس برس کا تھا۔بدقسمتی سے اسی کاؤنٹی میں کام کرتا تھا۔اسکا کام تھا کہ گھروں میں

تیرنے والے تالابوں(Swimming Pools) کو چیک کرے۔ اپنا کام سو فیصد حد تک صحیح طریقے سے انجام دیتا تھا۔ سرکاری نوکری کے علاوہ اسے خدمت خلق کا شوق تھا۔ ایسے لوگوں کیلئے پیسے اکھٹے کرتا تھا جو کسی بھی ناگہانی آفت کا شکار ہو گئے یا معذور ہو چکے ہوں۔ مرنے سے ایک دن پہلے ایک مستحق بیوہ کو بیس ہزار ڈالر عطیہ کر کے آیا تھا۔ اگر کسی خاندان کے ساتھ کوئی حادثہ ہو جاتا تو اپنے والدین کے ہمراہ انکے گھر جاتا۔ لوگوں کی دلجوئی کرتا۔ اور انہیں "سفید کبوتر" دے دیتا تھا۔ کہتا تھا ان پرندوں کو آزاد کر دیں۔ انہیں فضا میں اڑتا دیکھ کر آپ لوگ غم میں کمی محسوس کرینگے۔ یہ تمام کام وہ اور اسکا خاندان بغیر کسی معاوضہ کے کرتے رہتے تھے۔ دفتر میں اگر کوئی بندہ غصے میں نظر آتا تو جون اسکے پاس خود بخود پہنچ جاتا۔ پوچھتا کہ اسکی کیا مدد کر سکتا ہے۔ جب فقرہ کہتا تو غصے سے بھرا انسان خود بخود مسکرانے لگتا تھا۔ جون کی ایک چھوٹی سی بچی تھی۔ عمر صرف بیس مہینے تھی۔ اپنی بچی کو روزانہ پارک میں لے جاتا اور بے شمار تصاویر کھینچتا تھا۔ ہر رات کو بچی کی تصویریں فیس بک پر لگاتا تھا۔ معصوم بچی کو احساس ہو چکا ہے کہ اب کوئی بھی اسے باغ میں نہیں لے جائیگا۔ وہ ہر آواز پر اردگرد دیکھتی ہے کہ شائد اسکا والد آ جائے مگر جون اب کبھی واپس نہیں آئیگا۔

ٹن نگی ین(Tin Ngugen) صرف تیس برس کی نوجوان لڑکی تھی۔ وہ بھی اسی کاؤنٹی میں سرکاری ملازمت کر رہی تھی۔ والدین ویت نام سے منتقل ہو کر امریکہ آئے تھے۔ والدین کا خیال تھا کہ ویت نام میں انکے بچے غیر محفوظ ہیں لہذا بچوں کے مستقبل کیلئے امریکہ منتقل ہو جانا چاہیے۔ انہوں نے امریکہ آ کر بہت محنت کی تھی۔ اپنی اولاد کو تعلیم دی اور انہیں بہتر انسان بنانے کی کوشش کی۔ ٹن کو شوق تھا کہ اپنے خاندان سے منسلک رہے۔ مشرقی اقدار اس نوجوان لڑکی میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھیں۔ مہینے میں ایک دن پورے خاندان اور رشتہ داروں کی دعوت کرتی تھی۔ اپنے اردگرد خوشیاں اور آسانیاں بکھیرنے کا شوق تھا۔ اسکی منگنی ہو چکی تھی اور شادی کی تیاریاں کرنے میں مصروف تھی۔ وہ اور اسکا منگیتر جگہ بھی دیکھ آئے تھے جہاں انکی شادی ہونی تھی۔ یہ قصبہ کے نزدیک ایک چرچ تھا۔ نوجوان لڑکی کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ جس جگہ اسکی شادی ہونی تھی، بعینہ ہی اسی جگہ اسکی زندگی کی آخری رسومات ادا کی جائینگی۔

تاشفین نے اس لرزہ خیز قدم سے پہلے داعش کے رہنما ابو بکر بغدادی سے کمپیوٹر کے ذریعے بیعت کی تھی۔ اس شام رضوان ہتھیار لیکر جب موقع پر پہنچا تو اپنے ساتھیوں اور دوستوں پر گولی چلانے میں ہچکچاہٹ محسوس کر رہا تھا۔ تاشفین نے فائرنگ میں پہل کی اور پھر چند لمحوں میں چودہ انسان بغیر کسی وجہ کے جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ ستائیس زخمی ہو گئے۔ میں بالکل نہیں سمجھ پا رہا کہ اس اقدام سے ہمارے دین کی کونسی خدمت کی گئی ہے؟ ہم مہذب دنیا کو کیا پیغام دے رہے ہیں؟ رہنماؤں کے بے جان سے مذمتی بیانات سے کیا دنیا قائل ہو جائیگی کہ ہم واقعی دہشت گردی کے خلاف ہیں؟ مجھے اسلامی دنیا میں شدت پسندی بڑھتی ہوئی محسوس ہو رہی ہے؟ میری دعا ہے کہ آنے والا وقت مجھے غلط ثابت کر دے؟

راؤ منظر حیات

Dated:11-12-2015